خواتین کی دینی خدمات کا دائرہ

تورا کینہ قاضی

قرآن پاک میں اشاعت و اقامت دین کے سلسلے میں مرد و عورت دونوں کو یکساں جدوجہد کی دعوت دی گئی ہے اور ان پر انفرادی فرائض عاید کیے گئے ہیں۔ جہاں کہیں انھیں مخاطب کیا گیا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یا یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص روا نہیں رکھی گئی۔ قبول اسلام کے بعد مرد و عورت شعائر اسلام پر عمل پیرا ہونے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کی جواب دہی میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ارشاد باری ہے: اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی (اٰل عمرٰن ۳:۱۹۵)، "میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خواہ مرد ہو یا عورت"۔

کوئی بھی ایک دوسرے کا نجات دہندہ نہیں بن سکتا: وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (الانعام ۶:۱۶۴)، "کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا"۔ مرد و عورت بھی ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، اپنی نیکیاں ایک دوسرے کو منتقل نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کوئی کسی کے کام نہیں آ سکتا۔ ہر کوئی اپنی نیکیوں اور گناہوں کا خود ذمہ دار اور انفرادی طور پر جواب دہ ہو گا۔ جیسا کہ معروف حدیث پاک ہے جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی پھوپھی اور بیٹی سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ: "اے میری پھوپھی صفیہؓ اور اے میری بیٹی فاطمہؓ! تم اپنے طور دوزخ سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمھاری نجات کے لیے کچھ نہیں کر سکتا" (یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے میری تم سے رشتے داری کسی کام نہیں آ سکتی)۔

مطالعہ قرآن کے دوران جہاں جہاں مسلمانوں کو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے جس کا ترجمہ، "اے لوگو، جو ایمان لائے ہو" ہے، اسے پڑھتے ہوئے عموماً سمجھا جاتا ہے کہ اللہ کے مخاطب صرف مسلمان مرد ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں مسلمان مرد و عورت دونوں کو اکٹھے مخاطب کیا ہے۔ اس لیے اس ناقص فہم سے بھی نجات حاصل کر لینی چاہیے کہ اقامت و اشاعت دین کا فریضہ صرف مردوں ہی پر عاید ہوتا ہے، عورتوں پر نہیں۔ عورتوں پر بھی دینی فرائض کی ادائیگی اور اقامت و اشاعت دین کی ذمہ

داری عاید ہوتی ہے۔ مرد و عورت دونوں سے ان معاملات کے بارے میں آخرت میں باز پرس ہو گی۔ جس طرح مردوں کو عورتوں پر قوام بنایا گیا ہے اور ان پر ان کے اور ان کے بچوں کے نان و نفقہ اور دیگر ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں، اسی طرح عورتوں میں دینی علوم کی اشاعت و تربیت کا ذمہ دار بھی انھیں ہی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں واضح طور پر ارشاد ہے: قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَھْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم ۶۶:۶)، "اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ"۔ ظاہر ہے نار جہنم سے بچاؤ، اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی، اس کے خوف و خشیت، دینی احکام کی بجا آوری اور دینی فرائض کی ادائیگی سے ہی ممکن ہے۔ مرد و عورت دونوں اگر آخرت کی جواب دہی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگیاں قرآن و حدیث کی راہنمائی میں مومن بن کر بسر کریں اور اپنی اولاد کو بھی اسی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں تو ان کے لیے دونوں جہانوں کی سرخروئی ہے۔

اولاد کے معاملے میں دینی تربیت کی ذمہ داری مردوں سے زیادہ عورتوں پر عاید ہوتی ہے، اس لیے کہ بچے باپ سے زیادہ ماں کے قریب ہوتے ہیں۔ عورتوں کا کام صرف گھر گرہستی سنبھالنا نہیں بلکہ ان کی اصل ذمہ داری آیندہ اٹھنے والی ایک عظیم قوم کی نوزائیدہ نسل کی نگہبانی و سینچائی ہے جو ہر گھر میں لہلہا رہی ہے اور انفرادی توجہ اور اچھی تعلیم و تربیت کی مستحق ہے۔ ایک ماں اپنی مشفقانہ خبرگیری، عمدہ نگہداشت اور صالح تربیت سے اپنی اولاد کے اندر بہترین اخلاق، محنت کی عادت، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فکر پیدا کر سکتی ہے۔ ہوش مند مائیں اپنے بچوں کو جن باتوں کی تلقین کرتی ہیں، ان کا سختی سے خود بھی اہتمام کرتی ہیں۔ چنانچہ ماؤں کے پیہم عمل صالح کے نتیجے میں بچوں کے اندر ان کی سکھائی ہوئی باتوں کی صداقت کا یقین بیٹھتا چلا جاتا ہے اور ان کی عمدہ تربیت ان کی نس نس میں اترتی چلی جاتی ہے۔ بچوں کے ساتھ اس سے بڑھ کر بڑا ظلم اور کوئی نہیں ہے کہ انھیں ایسی باتوں کی نصیحت کی جائے جس پر والدین خود عمل پیرا نہ ہوں۔ اس طرح نہ صرف بچوں پر ان کے نصائح کا اثر نہیں ہوتا بلکہ ان کے اخلاق میں نفاق کا بیج بھی پیوست ہو جاتا ہے۔ وہ برائی کے شعور سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں اور عمر بھر اپنے قول کے خلاف عمل کرتے رہتے ہیں۔

آں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مبارک عہد میں صحابیاتؓ کا طریقہ بھی یہی تھا کہ وہ بچوں میں اپنے عمل سے دین کی تعلیم اتارتی تھیں۔ وہ اپنے بچوں کو حضورؐ کی خدمت میں لاتیں، ان کے لیے دعائیں کرواتیں، ان کے اچھے اچھے نام رکھتیں، ان کو دین کی تعلیم دیتیں، ان کے اندر جذبہ جہاد و شہادت پیدا کرتیں۔ خود حضورؐ کی مجالس میں جا کر دین کی تعلیم حاصل کرتیں۔ سوالات کے ذریعے اپنی ذہنی مشکلات کو حل کرتیں، اپنے اجتماعات کے لیے حضورؐ سے خصوصی وقت طلب کرتیں اور دین سیکھنے کے لیے پوری

سرگرمی اور تن دہی دکھاتیں۔ آج ہمارے پاس عائلی اور معاشرتی زندگی کا ایک منضبط، جامع اور بہترین نظام موجود ہے۔ اس کی ترتیب میں ان محترم خواتین کا بھرپور حصہ ہے جنھوں نے عائلی زندگی کے بارے میں مختلف سوالات پوچھ پوچھ کر اور حضورؐ سے احکام حاصل کر کے دین کے اس پہلو کی تشکیل و تدوین اور تشریح میں اپنا بہترین حصہ ادا کیا۔

خواتین پر یہ ذمہ داری بھی عاید ہوتی ہے کہ وہ گھر میں سکون و چین کی فضا مہیا کریں۔ جو مرد جہاد پر گئے ہوں ان کا کام بہت پرمصائب و پرصعوبت ہوتا ہے۔ ان کی بیویوں پر ان کے لیے گھریلو سکون و راحت مہیا کرنا، ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح زندگی کی معاشی دوڑ اور دیگر فرائض منصبی میں مصروف مردوں کی، جو اقامت دین کا کام بھی کر رہے ہوں، مصائب و مشکلات بے حد و حساب ہوتی ہیں، انھیں جسمانی و ذہنی صحت و تندرستی کی بحالی کے لیے گھروں کے پرسکون و پرامن ماحول کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اس ماحول کے مہیا کرنے کی ذمہ داری عورتوں پر ہے جس میں مرد کو بھی اپنا حصہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا، بطریق احسن نمٹنا بڑا کار ثواب ہے۔ امن و سکون کی یہ فضا اور ماحول دین دار اور خدا خوفی رکھنے والی خواتین ہی فراہم کر سکتی ہیں۔ دین دار مردوں کی دینی جدوجہد ہی دراصل خواتین کو امداد و نصرت کا وہ موقع فراہم کرتی ہے جس کے نتیجے میں وہ آخرت میں رضائے الٰہی پا کر کامیاب و کامران ہو سکتی ہیں۔ یہی تو وہ چیز ہے کہ جب خواتین نے آں حضورؐ سے پوچھا تھا کہ "یارسولؐ اللہ! مرد تو اللہ کی راہ میں جہاد کر کے بڑے بڑے درجات آخرت پا لیتے ہیں اور ہم گھروں میں ان کے بچے پالتی ہیں اور جہاد اور شہادت جیسی بڑی نیکی سے محروم رہ جاتی ہیں تو حضورؐ نے انھیں اطمینان دلایا تھا کہ تمھارا جہاد تمھارے گھروں میں ہے"۔

گھر ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ بچوں کی پرورش و تربیت، ان میں شعائر اسلامی کا احترام پیدا کرنا، اسلامی خطوط پر ان کی اٹھان، جہاد زندگانی میں مردوں کی سچی رفیق ثابت ہونا، ان کے دکھ درد کی ساتھی بننا، ان میں حوصلہ اور ہمت پیدا کیے رکھنا، ان کی ذمہ داریوں کا بوجھ بٹانا اور گھر میں آمد و خرچ کے بارے میں صحیح رویے اختیار کرنا، ایسے کام ہیں جنھیں خواتین بطریق احسن انجام دیں تو وہ آخرت میں بہترین صلہ پا لیں گی۔

آج کے مادہ پرستی کے زمانے میں حلال رزق پر قناعت کر کے توکل اور سادگی کی زندگی گزارنا ایک کڑے امتحان سے کم نہیں۔ لیکن دین دار، خدا خوف اور دانش مند خواتین، اس کڑے امتحان سے یوں کامیابی سے گزر جاتی ہیں کہ وہ اپنا معیار زندگی بلند کرنے کی فکر نہیں کرتیں۔ دنیا داری میں اپنے سے اونچے لوگوں کو نہیں دیکھتیں، کھوکھلی عزت اور جھوٹی نمود و نمایش پر نہیں ریجھتیں۔ وہ اپنے شوہروں کی حلال کمائی میں اپنی ضروریات کو محدود رکھتے ہوئے سادگی اور قناعت پسندی سے گزارا کرتے ہوئے خوش اور

مطمئن رہتی ہیں۔ ان کی یہ صفات ان کے مردوں کی ہمتیں بلند اور قدم تیز رکھتی ہیں۔ یہ بھی عورتوں کا ایک عظیم جہاد ہے۔ جن گھروں میں عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ دین دار ہوتی ہیں وہاں وہ اپنی دین داری، نیکی اور تقویٰ کا اثر اپنے حسن کردار، حکمت اور طرز عمل سے گھر کے مردوں پر بھی ڈال سکتی ہیں۔ قدرت نے عورت کو مردوں پر اثرانداز ہونے کی زبردست قوت عطا فرمائی ہے۔ اس قوت کو اگر وہ بروے کار لائیں اور بگاڑ کے بہتے دھارے میں خود بھی نہ بہنے لگیں بلکہ اپنی قوت نفوذ سے مردوں کو بھی بگاڑ اور خرابی کے خلاف جدوجہد پر آمادہ کریں تو جتنی آسانی سے وہ یہ کام کر سکتی ہیں شاید باہر سے کسی اصلاحی تحریک کا کارکن نہیں کر سکتا۔ بڑے سے بڑا بگڑا ہوا مرد بھی اپنے گھر کے اندر فتنہ و بگاڑ پسند نہیں کرتا بلکہ حسن عمل اور امن و سکون کی فضا پسند کرتا ہے۔ اسی جذبے سے فائدہ اٹھا کر گھر کی خواتین اپنے گھروں کی فضا کو دین داری، خدا خوفی، نیکی اور بھلائی کے اثرات سے بھر سکتی ہیں۔ اس فضا سے اپنے مردوں کو متاثر کر کے وہ انھیں اصلاح کے کاموں میں لگا سکتی ہیں۔ پھر اس سے مزید آگے عزیزوں، رشتے داروں، ہمسایوں اور محلے داروں کا قریب ترین دائرہ ہے جس میں وہ اپنے اثرات کو پھیلا سکتی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں عورتوں میں دین داری کے جذبات کے باوجود ناخواندگی اور جہالت عام ہے۔ ان میں اشاعت و اقامت دین کی بہترین صورت یہ ہے کہ اپنے محلے میں کسی مقررہ مقام پر ہفتہ میں ایک یا دو مرتبہ باقاعدگی سے درس قرآن و حدیث کی محفل برپا کی جائے۔ اس محفل میں رشتے کی، میل جول کی، محلے کی تمام خواتین جمع ہوں اور دینی امور و علوم سے ہر طرح سے واقف اصلاح پسند خواتین انھیں قرآن و حدیث کا سبق دیا کریں۔ ان اجتماعات سے نیک کام کے لیے جمع ہونے اور سوچنے کی عادت پڑتی ہے۔ نیز دین کا فہم پیدا ہوتا ہے جس میں مسلسل اور پیہم وسعت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ کسی تفسیر کی مدد سے چند آیات قرآنی کا ترجمہ و تشریح اور چند احادیث کا ترجمہ ہر بار اجتماع میں شرکت کرنے والی خواتین کو دین کی بہت سی باتیں ذہن نشین کرا دیتا ہے جس سے ان کے طرز عمل اور روز مرہ زندگی پر محسوس اثرات نمودار ہوتے ہیں۔ انھیں اصلاح اخلاق اور تبلیغ دین کے مختلف طریقے سیکھنے، سمجھنے اور استعمال کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس سے ان کی دینی حس توانا رہتی ہے، دینی شعور بیدار رہتا ہے اور دین کی مدافعت اور خدمت کا جذبہ ہر دم تازہ اور مستعد رہتا ہے۔

ایسے اجتماعات کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان کی مدد سے دائرۂ اصلاح کو ہمہ پہلو پھیلایا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اگر صاحب علم، دینی شعور سے بہرہ ور اور دور جدید کے تقاضوں سے آگاہ خواتین سے یہ کام لیا جائے تو اس کے بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ یہ خواتین، خواتین کے مسائل پر تقاریر کر سکتی ہیں، رسائل و اخبارات میں لکھ سکتی ہیں اور خواتین میں پیدا شدہ خرابیوں کے خلاف قلمی جہاد کر سکتی ہیں۔ دیگر خواتین

سے ملاقاتیں کر کے انھیں اس کام پر مائل کرنے کے لیے بھی ان اجتماعات میں پروگرام بنائے جا سکتے ہیں۔

ان اجتماعات کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان میں اولاد کے مسائل بھی زیر غور آتے ہیں۔ اس اجتماعی ماحول میں ان کے مسائل پر غور و فکر کرنے اور اصلاح احوال کی تدابیر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ایک دوسرے کے عملی تجربات اور نتائج سے فائدہ اٹھانے کی تربیت ہوتی ہے۔ اس طرح خواتین اندرون خانہ تربیت اطفال کے نت نئے تجربات کر کے اور نئی نئی تدابیر اختیار کر کے بہتر نتائج پیدا کر سکتی ہیں۔

آج کا دور، شاید ہمیشہ کی طرح، آلام و مسائل کا دور ہے۔ آج کا انسان ہر قسم کی پریشانیوں میں مبتلا اور درماندگی کا شکار ہے۔ ایسے اجتماعات میں اسے دوسرے ہمدرد انسانوں کے مشورے مل جاتے ہیں جس سے اس کی ہمت بندھتی ہے۔ اپنے دکھ سکھ کے بیان اور اظہار سے ان کا بوجھ بھی ہلکا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے اجتماعات کی مدد سے بہت سے شریف اور دین دار گھرانوں سے روابط کے مواقع پیدا ہوتے ہیں جو بہت سی معاشرتی تسلیوں اور سہولتوں کا باعث بن جاتے ہیں۔

ان اجتماعات کی افادیت سے انکار نہیں البتہ ان میں پیدا ہونے والے بعض فتنوں اور خرابیوں سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا جن کے سدباب کے لیے اگر فوری اور عملی اقدامات نہ کیے جائیں تو نقصان اٹھانے، غلط فہمیاں پیدا ہونے اور دلوں میں دوریاں پیدا ہونے کے خطرات بھی موجود ہوتے ہیں۔ ایسے فتنوں اور خرابیوں سے آگاہی اور ان سے بچاؤ کی تدابیر کا اہتمام کرنا نہایت ضروری ہے۔

خواتین کے اجتماعات کا سب سے بڑا فتنہ حسد، غیبت اور چغلی ہے جن کی بدولت دین داری اور خدا ترسی کی ساری فضا مسموم ہو کر رہ جاتی ہے اور دلوں میں دوریاں اور رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہوشمند خواتین کا کام ہے کہ اپنے اجتماعی ماحول میں ان افعال قبیح کی بیخ کنی کا اہتمام کریں۔ غیبت اور چغلی، حسد و رشک خواتین کی انفرادی گھریلو زندگی کے لیے بھی بڑی خرابی کی چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ ان سے اگر چھٹکارا پا لیا جائے تو ان کی اجتماعی زندگی ہی نہیں گھریلو زندگی بھی خوشگوار اور پاکیزہ بن جائے گی۔ ہربات، ہر حرکت پر بے جا تنقید اور حرف گیری بھی فتنہ و فساد کے حکم میں داخل ہے۔ اس سے ایک دوسرے سے بغض و عناد کو راہ ملتی ہے۔ اس سے دائرۂ اصلاح سکڑ جاتا ہے۔ اس لیے خواتین پر لازم ہے کہ اپنی ان عادات کو سختی سے دبائیں اور اپنی اخلاقی اصلاح کریں۔ عزت نفس اور پندار کا شیطانی مسئلہ بھی ہرگز نہ کھڑا ہونے دیں۔ ایسا طرز عمل تو ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ آپ تو اصلاح نہ کر سکیں البتہ دوسروں کے شیطان کو بھڑکا کر دائرہ اصلاح سے دور لے جانے کا باعث بن جائیں۔

اس قسم کے اجتماعات میں امیر غریب کے امتیازی سلوک سے پرہیز بھی لازم ہے۔ یہاں ہر قسم کے گھرانوں کی خواتین جمع ہوتی ہیں۔ ان میں غریب گھرانوں کی خواتین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ حکمت دین کا

تقاضا یہ ہے کہ خواتین میں امارت و غربت کا کوئی احساس پیدا نہ ہونے دیا جائے، نہ نشست و برخاست میں، نہ بات چیت میں، نہ طرز عمل اور رویے میں، نہ مہمان داری اور باہمی تعلقات میں۔ مساوی طرز عمل اور یکساں حالات کا اہتمام کرنا، ان خواتین کا بہت بڑا فریضہ ہے جو ایسے اجتماعات کے اہتمام میں پیش پیش ہوں۔

اسلام نے عورت کو گھر کی چہار دیواری ہی میں محدود نہیں رکھا۔ اسے ہر شعبہ زندگی میں کام کرنے کی اجازت دی ہے اور معاشرتی امور میں حسب ضرورت عملاً حصہ لینے کی اجازت بھی دی ہے۔ ان امور میں تجارت و زراعت، صنعت و حرفت، درس و تدریس جیسے امور خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ سماجی سرگرمیوں میں بھی عورتیں اپنا حصہ اور مقام رکھتی ہیں۔

ہمارے ملک میں خواتین کی ایک تعداد ملازمت پیشہ بھی ہے۔ ان کی ملازمتیں مستقل بھی ہیں اور عارضی بھی، کل وقتی بھی ہیں اور جزوقتی بھی۔ تعلیمی و تدریسی، تجارتی و زراعتی، صنعتی و انتظامی غرض ہر میدان میں خواتین دخیل کار ہیں۔ ان کے طریق کار بھی مختلف ہیں اور مسائل بھی۔ اپنے مسائل اور الجھنوں کے حل کے لیے ان خواتین کا اپنی جائے ملازمت میں ایک بزم یا انجمن بنا لینا نہایت کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ بزم ماہ بہ ماہ ایک مشاورتی اجلاس منعقد کیا کرے جس میں متعلقہ ادارے کی خواتین کے مسائل کے حل کی تدبیریں سوچی جائیں اور ان کی الجھنوں اور مشکلات کو رفع کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ اس طرح کی انجمن متعلقہ ادارے کی کارکن خواتین میں باقاعدہ نظم و ضبط پیدا کر کے انھیں ایک مکمل خاندان کی صورت میں متحد و مربوط کر سکتی ہے۔ اس طرح ان خواتین میں نہ صرف ایک دوسرے کے لیے محبت و خیر خواہی اور ایک دوسرے کے دکھ درد سمیٹنے اور کام آنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، بلکہ یہ اس ادارے میں دور رس اصلاحات کے نفاذ اور اس کی کارکردگی میں بہتری کا باعث بھی ہوتا ہے۔

خواتین کی جائے ملازمت بھی دعوت دین کا ایک میدان ہے۔ وہ جن اداروں سے منسلک ہوں وہاں ان کے لیے اوقات نماز میں نماز پڑھنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ ایک دارالمطالعہ ہونا چاہیے جس میں قرآن حکیم، حدیث، تفسیر اور دیگر مذہبی امور سے متعلق کتب مہیا کی جائیں۔ کارکن خواتین میں نماز کی پابندی اور ان کتب کے مطالعے کا شوق پیدا کیا جائے۔ اس سلسلے میں ان اداروں میں دعوت دین کے لیے ہفتے کے ہفتے دینی اجتماع منعقد کروائے جائیں۔ جن میں دینی شعور رکھنے والی تعلیم یافتہ خواتین متعلقہ ادارے کی تمام کارکن خواتین کو قرآن و حدیث و فقہ کی تعلیم دینے کے فرائض انجام دیا کریں۔ ہر ادارے میں پردے کا اہتمام کرتے ہوئے علمائے دین کے لیکچروں کا اہتمام بھی کیا جا سکتا ہے۔ آج کل آڈیو کیسٹوں کے ذریعے دعوت دین کا کام بڑے موثر اور وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔ اس کا استعمال بھی بہت کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ اس طریقے سے ناخواندہ، نیم خواندہ اور نابینا کارکنوں کو بھی تعلیم دی جا سکتی ہے اور ان کے دل و دماغ

تک دعوت دین پہنچائی جا سکتی ہے۔ ان اداروں سے ایسے رسائل کا اجرا بھی کیا جا سکتا ہے جن میں ادارے کے مسائل کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث و فقہ سے متعلق ضروری مضامین کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا ہو جو خواتین کے لیے ہر جہت راہنمائی کے فرائض بطریق احسن پورا کر سکیں۔

حاصل کلام یہ کہ اصلاح معاشرہ کے کام میں باشعور اور دینی تعلیم و تربیت سے بہرہ مند خواتین بہت عمدگی سے اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں۔ معاشرے میں نمودار ہونے والے بعض منفی رجحانات تو ایسے ہوتے ہیں جن کی خواتین اول قدم پر ہی اپنی انفرادی کوششوں سے اندرون خانہ بیخ کنی کر سکتی ہیں۔ شوہروں کے لیے جسمانی و روحانی سکون و تسکین، اپنے قول و عمل سے اولادوں کو دین داری کا درس اولین، گھروں میں توکل و قناعت اور سکون و آرام کی فضا کی فراہمی، سب فرائض سے وہ کماحقہ نمٹ سکتی ہیں۔ کم آمدنیوں کو اپنے سلیقے اور محنت سے استعمال کر کے عزت و آبرو اور خود داری سے رہنے کا سامان پیدا کر سکتی ہیں۔ اپنے تعاون، رفاقت اور ہمت افزائی سے مردوں کو دینی اور دنیوی ترقی کے دروازے پر پہنچا سکتی ہیں۔ اپنے ہمسایوں اور عزیزوں کے سامنے اپنے کردار و اخلاق کا بہترین نمونہ پیش کر کے کتنے ہی گھروں میں اصلاح احوال کی بنیاد رکھ سکتی ہیں۔ دینی اجتماعات کی بدولت کتنے ہی دلوں میں اپنے اخلاق کی عمدگی، شائستگی، ادب و تواضع، احترام و حسن خلق سے دین داری کا شوق پیدا کر سکتی ہیں۔ ہمسایوں کے حقوق کی پاس داری کرتے ہوئے اپنے نیک سلوک سے اپنے آس پاس ایک ہمدرد، مہذب، دین دار اور معاون ماحول پیدا کر سکتی ہیں اور دین کے لیے ایثار و قربانی کا عملی مظاہرہ کر کے ان مجاہدات میں شامل ہو سکتی ہیں جن کے لیے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھروں کو ہی میدان جہاد قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی ہی وہ مائیں ہوتی ہیں جن کی رضامندی اور خدمت کو باپوں کے مقابلے میں بھی تین بار فضیلت اور فوقیت کا درجہ دیا گیا ہے۔ ایسی ماؤں کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے۔ ایک مسلمان خاتون کے لیے یہ ایک قابل فخر مقام ہے جو اس کے دین نے اسے دیا ہے، لیکن ظاہر ہے بلند مقامات کے حصول کے لیے پیہم جدوجہد، مسلسل محنت، ایثار و قربانی اور نفس کشی وہ شرائط ہیں جنھیں کبھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

اہم گزارش : **ترجمان القرآن** میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات میں کوئی نقصان ہو، تو **ترجمان القرآن** ذمہ دار نہ ہو گا۔ قارئین کو چاہیے کہ کوئی معاملہ کرنے سے پہلے تحقیقات کریں اور اپنی ذمہ داری پر معاملہ کریں۔ (ادارہ)